تہران میں منعقد عالمی حمایت فلسطین کانفرنس سے

آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کا خطاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی من علینا بھدایۃ الاسلام وشرع لنا الجھاد الذی ھو باب من ابواب الجنہ فتحہ اللہ لخاصۃ اولیائہ و سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیتنا انہ ھو السمیع البصیر والصلوۃ والسلام علی نبیہ البشیر النذیر محمد والہ الطیبین الطاھرین وصحبہ المنتجبین والسلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اسلامی ممالک کی مجالس کے محترم رؤساو نمائندگان حضرات، اسلامی دفاعی تنظیم سے وابستہ نامور مجاہدین اور جملہ مہمان حضرات و حاضرین گرامی قدر!

میں آپ سبھی لوگوں کا پر خلوص استقبال کرتا ہوں اور اپنے نیز آپ سبھی لوگوں کے لئے رحمت وہدایت الٰہی کا خواستگار ہوں۔

ایسے اجلاس کی تشکیل کا فیصلہ ایک مبارک کام ہے اور انشاء اللہ ملت اسلامیہ فلسطین کے انقلاب کی حمایت کے لئے اسلامی معاشروں کو آمادہ کرنے میں یہ اجتماعات مثبت اور تعمیری اثرات کے حامل ہوں گے۔ اس قسم کے اجتماعات سے عملی طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ فلسطین ایک ایسا اسلامی مسئلہ ہے جس کا پوری دنیائے اسلام سے گہرا تعلق ہے اور اس پر غاصبانہ قبضہ سابقہ برطانوی اور موجودہ امریکی بین الاقوامی شیطانی سازشوں کی ایک اہم کڑی ہے جس کا بنیادی مقصد دنیائے اسلام میں تفرقہ ڈال کر ملت اسلامیہ کو کمزور بنانا ہے۔

اسلام کے دشمنوں کی ہمیشہ سے یہی کوشش رہی ہے کہ قومی گروہ بندی کے ذریعہ وہ مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور وحدت کلمہ کی تشکیل نہ ہونے دیں تاکہ عالم اسلام پر ان کا غلبہ اور دباؤ قائم رہے۔ فلسطین پر اس غاصبانہ قبضہ کی ابتداء میں شیخ عزالدین قسام اور الحاج امین الحسینی جیسے مجاہد علماء نے فلسطین کی آزادی و نجات کے لئے مسلمانوں سے نصرت کا مطالبہ کیا تھا اور اس دور کے مرجع عالیقدر مرحوم محمد حسین آل کاشف الغطاء نے غاصب صہیونی حملہ آوروں کے خلاف حکم جہاد بھی جاری کیا تھا لیکن افسوس کی بات ہے کہ آہستہ آہستہ اس جدو جہد کا سلامی رنگ و روپ پھیکا پڑتا گیا اور فلسطینی تحریک دیکھتے ہی دیکھتے ایک اسلامی مذہبی جدو جہد کے بجائے ایک قومی تحریک میں تحلیل ہو گئی۔

امام خمینی کی قیادت میں انقلاب اسلامی ایران کی عظیم الشان کامیابی نے پوری دنیا بالخصوص اس علاقے کے ملکوں میں اسلامی بیداری کو پھیلانے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اس کے علاوہ جنوبی لبنان میں کئی گنا طاقتور اسلام دشمنوں کے مقابلے میں مسلمان مجاہدوں کی کامیابی نے اسلامی جدو جہد کی حقانیت و حقیقت کو دوبارہ ثابت کرتے ہوئے یہ

واضح کردیا کہ اگر مسلمان وعدۂ خداوندی پر اعتماد کرتے ہوئے فقط رضائی خداوندی کے لئے جدو جہد کریں تو ان کی کامیابی حتمی و یقینی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جنوبی لبنان میں ایک طرف مسلمان مجاہدین کی حیرت انگیز کامیابی اور دوسری طرف دشمنوں کی ذلت آمیز سازشوں کی ناکامی اس پورے علاقے کے لئے نہایت عبرت ناک حادثہ ہے جس نے مظلوم فلسطینی مجاہدوں کو تنظیم انتفاضہ کی طرف دوبارہ متوجہ کردیا لیکن اس بار صورتحال بالکل مختلف ہے۔ اب صابر و شجاع فلسطینی مجاہدوں پر فلسطینی علاقے میں صلح و سمجھوتہ جیسے فریب کارانہ نغموں کا کوئی اثر نہیں ہے اور ان کی مسلسل مجاہدانہ سرگرمیوں سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ انشاء اللہ فلسطینی مظلوم اپنی انقلابی اور مجاہدانہ سرگرمیوں کو آخری کامیابی تک جاری رکھیں گے کیونکہ اب فلسطینی عوام انتفاضہ اول کی وجہ سے صہیونی عناصر اور ان کے حامیوں کے اس فریب میں آنے والے نہیں ہیں کہ فلسطینی عوام کے مطالبات کو صلح آمیز ڈھنگ سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اب فلسطینی مظلوموں پر امریکہ یا مغرب زدہ حکام کے فریب کارانہ دباؤ کا بھی سلسلہ ختم ہوچکا ہے۔ گذشتہ دس سال کی تاریخ نے یہ ثابت کردیا ہے کہ اسرائیلی حکومت کی نجات کے لئے صہیونیت کے طرفداروں نے جو کوششیں کی تھیں وہ سب ناکام ہوگئیں اور اس ظالم حکومت پر مسلمانوں کی جدو جہد کا دباؤ باقی ہے اور دوسری طرف یہ حقیقت بھی پوری طرح واضح ہوگئی کہ ان اسلام دشمن طاقتوں نے مذاکرہ و گفتگو کی حمایت کرنے والے فلسطینی مسلمانوں سے جو وعدہ کیا تھا وہ محض ایک سراب ہے۔

درحقیقت آج اسرائیل جس وسعت پسندی، غاصبانہ تسلط اور وحشیانہ مظالم پر مبنی راہ و روش کا مظاہرہ کررہا ہے۔ اسلامی معاشروں سے ہمدردی رکھنے والے اہل بصیرت

افراد کو اس کا بخوبی اندازہ تھا کیونکہ یہ اسرائیلی فطرت میں شامل ہے۔

اسرائیل کے وجود کی ابتداء سے یہ غاصب اور جعلی حکومت ہمیشہ فلسطینی مسلمانوں کے حقوق کے سلسلے میں ظلم و تجاوز اور فریب و خیانت سے کام لیتی چلی آرہی ہے اور بعض مغربی حکومتیں بالخصوص حکومت امریکہ جملہ اسرائیلی کرتوتوں کو جائز ثابت کرنے میں سرگرم رہی ہے۔ بین الاقوامی تنظیموں اور عالمی اداروں نے بھی امریکی دباؤ کی وجہ سے اسرائیلی حکومت کے اقدام کو جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے تاکہ اس کی ظالمانہ شناخت اور اس کی حملہ آورانہ ماہیت کو جائز و مشروع قرار دیا جاسکے۔

واضح رہے کہ سرزمین فلسطین اور بیت المقدس ہمیشہ ہی بعض مغربی طاقتوں کی لالچ کا نشانہ رہا ہے چنانچہ مسلمانوں پر طویل المدت صلیبی جنگوں کی تحمیل کا بنیادی راز یہی رہا ہے کہ ان طاقتوں نے اس مقدس سرزمین پر اپنی لالچ بھری نگاہیں جمار کھی تھیں۔ سلطنت عثمانیہ کی شکست کے موقع پر اتحادی افواج کے بعض سپہ سالاروں نے شہر بیت المقدس میں داخل ہونے کے بعد یہ کہا تھا ''آج سے صلیبی جنگوں کا خاتمہ ہو گیا۔''

در حقیقت اس سرزمین کو ایک ہمہ جہتی اور پیچیدہ منصوبے کی بنیاد پر غصب کیا گیا تھا جس کا مقصد مسلمانوں کے درمیان وحدت و اتحاد کی روک تھام اور دوبارہ طاقتور اسلامی حکومتوں کی تشکیل میں رکاوٹ پیدا کرنا تھا۔ ایسے بے شمار دلائل و شواہد موجود ہیں جن کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جرمنی کے نازیوں اور صیہونی جلادوں کے درمیان نزدیکی تعلقات موجود تھے۔ یہ دونوں کی ملی بھگت کا نتیجہ تھا کہ یہودی مقتولین کی اتنی بڑی اور ناقابل یقین تعداد کا اعلان کیا گیا تاکہ عالمی رائے عامہ کو یہودیوں کے حق میں ہموار کرلیا جائے اور اس طرح فلسطین پر غاصبانہ تسلط کی زمین ہموار ہو جائے اور مستقبل قریب میں

صہیونی جلادوں کے مظالم کی توجیہہ بھی ہو جائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ایسے دلائل بھی موجود ہیں جن کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ مشرقی یورپ کے کچھ غیر یہودی غنڈوں اور اوباش لوگوں کو یہودی بنا کر فلسطین بھیج دیا گیا تاکہ نسل پرستی کی راہ میں قتل ہونے والے لوگوں کے پسماندگان کی حیثیت سے انہیں بھرپور عالمی حمایت حاصل ہو جائے اور اس حمایت کی آڑ میں دنیائے اسلام کے قلب میں ایک طاقتور اسلام دشمن حکومت کا قیام عمل میں آجائے اور اس طرح چودہ سو برس بعد اسلام دشمن طاقتوں کے ذریعہ مغربی اور مشرقی مسلمانوں کے درمیان ایک علیحدہ گی قائم ہو جائے۔ ابتدائی مرحلہ میں مسلمانوں پر عجیب غفلت طاری ہو گئی کیونکہ وہ صہیونیوں اور ان کے طرفداروں کے چھل کپٹ سے ناواقف تھے۔ عثمانی ہار گئے اور خفیہ طور پر فاتح طاقتوں کے درمیان مشرق وسطی کے اسلامی ملکوں کی تقسیم کی غرض سے پیکو سائکس نامی معاہدہ منعقد ہو گیا۔ عالمی برادری نے فلسطین کی قومیت کا مسئلہ برطانوی حکومت کے سپرد کر دیا اور ان لوگوں نے بھی صہیونیت کی بھرپور حمایت کا وعدہ کر لیا اور سوچے سمجھے منصوبوں کے مجموعے کے تحت برطانوی حکمراں یہودیوں کو فلسطین لے آئے اور اس سرزمین کے حقیقی مسلمان باشندوں کو آوارہ وطن کر دیا۔ اس طولانی مقابلہ وصف آرائی میں ایک طرف مغرب اور صہیونیت اور دوسری طرف نو تشکیل شدہ عرب حکومتیں۔ اسلام کے دشمنوں نے اس مقابلے کے دوران مختلف النوع پیچیدہ حربوں ہتھکنڈوں کا بھرپور استعمال کیا جس میں عالمی اداروں اور تبلیغاتی تنظیموں کی کارکردگی قابل ذکر تھی۔ ایک طرف تو یہ لوگ مسلمانوں کو صلح و سلامتی اور صبر و تحمل کی دعوت دے رہے تھے اور دوسری طرف اسرائیل کو جدید ترین اسلحوں سے مسلح کرتے جا رہے تھے۔ اسرائیل اور مسلمان ملکوں کے درمیان اس نامساوی

اور امتیاز آمیز روش کا بنیادی مقصد اسلامی ملکوں پر اسرائیل کی فوجی بالادستی کو ہمیشہ محفوظ رکھنا اور بین الاقوامی سطح پر اسرائیلی حکومت کی حمایت کرنا اور اپنے تبلیغاتی وسائل کے ذریعہ اسرائیلی مظالم کی توجیہ کرنا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ یہ مغربی طاقتیں مسلمانوں کے درمیان یہ پروپگنڈہ بھی کیا کرتی تھیں کہ اسرائیل اتنا طاقتور ہو گیا ہے کہ اس پر غلبہ وکامیابی کا خیال محض خام خیالی ہے۔

تقریباً نصف صدی سے بھی کچھ عرصہ قبل اقوام متحدہ کی طرف سے سرکاری شناخت حاصل کرنے کے بعد سے لے کر پچھلے سال تک اسرائیل ہر اعتبار سے اپنی من مانی کیا کرتا تھا اور پوری دنیا میں اس کی روک تھام کرنے والا کوئی نہ تھا لیکن ایمانی اسلحوں سے مسلح لبنان کے کچھ ہزار جانباز نوجوانوں نے اپنی اسلامی جدوجہد کے ذریعہ نہ صرف حکومت اسرائیل بلکہ اس کے طرفداروں کی بھی نیند حرام کردی۔ ان بہادر مسلمان نوجوانوں نے کسی چیز کی پرواہ کئے بغیر انتہائی ذلت ورسوائی کے ساتھ اسرائیل کو جنوبی لبنان سے باہر نکال دیا اور ان کی یہ عظیم الشان کامیابی دوسرے مسلمان مجاہدین کے لئے مشعل راہ بن گئی اور آج مسجد الاقصیٰ میں انتفاضہ کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا منظر ہماری نگاہوں کے سامنے ہے جو لبنان کی اسلامی جدوجہد سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔

اب آپ حضرات ایک اسلامی فریضہ کی حیثیت سے انتفاضہ کی حمایت کے لئے ایک جگہ پر جمع ہوئے ہیں اور یقیناً یہ آپ لوگوں کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ سب سے پہلے آپ لوگوں کو یہ ثابت کرنا چاہئے کہ ملت اسلامیہ اسلامی بیداری کے سایہ میں اسلامی تاریخ کی عظیم الشان روایتوں کی طرف واپسی کے لئے پوری طرح متعہد ہے اور مسلمانوں کے درمیان وحدت واتحاد ان عظیم الشان روایتوں میں سرفہرست ہے جس نے ماضی میں

صلیبی جنگ کے دوران حملہ آوروں کو شرمناک شکست سے دوچار کردیا تھا۔ اس عظیم تاریخی واقعہ میں کفروایمان کے درمیان ہونے والی اس فیصلہ کن نبرد آزمائی میں شرکت کیلئے پوری اسلامی دنیا سے مجاہدوں کی ٹولیاں میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئی تھیں۔

آج دنیا کے تمام مسلمانوں نے فلسطینی عوام کی اس فیصلہ کن جدوجہد پر اپنی نگاہیں جمار کھی ہیں اور ان لوگوں کو انتفاضہ اول سے بھی زیادہ بڑی کامیابی کی امید ہے کیونکہ اس زمانے میں یعنی دس سال قبل موافقت و سمجھوتہ کا ماحول آہستہ آہستہ پورے علاقے پر غالب آچکا تھا۔ بعض لوگوں نے اپنا دل امریکہ کے ہاتھوں گروی رکھ دیا تھا اور بعض دیگر افراد کا یہ خیال تھا کہ بین الاقوامی ماحول سازی اور غیر معمولی عالمی سیاسی دباؤ کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا ہے اور موجودہ صورتحال میں اب اس کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ کار نہیں رہ گیا کہ امریکہ اور اسرائیل کی شرطوں پر مجوزہ سمجھوتہ کو تسلیم کرلیا جائے۔ اس وقت علاقے میں جو حالات رونما ہوئے ان سے بھی اس نظریہ کو کافی قوت حاصل ہوئی۔ لیکن اس سال ایسے حالات میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی ہے کہ علاقے میں صلح و مصالحت پر مبنی راہ حل میں غیر معمولی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے اور سردست ان لوگوں کو بھی اس رکاوٹ کا اعتراف ہے جن لوگوں نے اپنا دل امریکہ کے ہاتھوں گروی رکھدیا تھا۔

۱۹۹۱ء میں جنگ خلیج فارس کے دوران عربوں اور مسلمانوں کی لگاتار شکست کی وجہ سے ان لوگوں پر عجیب بوکھلاہٹ سی طاری ہو گئی تھی اور ان لوگوں کی اندرونی وحدت کا شیرازہ بھی عنقریب منتشر ہونے والا تھا اور ان لوگوں پر اختلاف چھایا ہوا تھا۔ لیکن موجودہ حالات اور بالخصوص جنوبی لبنان میں اسلامی جدوجہد کی عظیم اور تاریخی کامیابی کے سایہ میں مسلمانوں کے دل میں کامیابی کی نئی اور حیات بخش امیدیں پیدا ہو گئی ہیں۔

اس زمانے میں اسرائیل سے مقابلہ کرنے کے لئے ہمیشہ دو طرح کی تجویز سامنے رکھی جاتی تھیں۔ جب اسرائیل کے خلاف عربوں کے فوجی مقابلے کی بات آتی تھی تو یہ کہا جاتا تھا کہ اس سلسلے میں اب تک جو بھی تجربے کئے گئے ان میں صرف شکست اور ناکامی ہی حاصل ہوئی ہے۔ دوسری تجویز صلح اور سمجھوتہ پر مبنی تھی جس کے ذریعہ امن و سلامتی کے ساتھ اسرائیلی اغراض و مقاصد کی تکمیل ہو رہی تھی۔ اسرائیل مقبوضہ فلسطینی سرزمین کے مختصر سے علاقے سے اپنی فوجوں کی واپسی اور عقب نشینی کے ذریعہ اس بات کی باقاعدہ ضمانت حاصل کر لیا کرتا تھا کہ اب فلسطینی فوج اپنی طاقت کو مضبوط بنانے یا اس میں کسی قسم کا اضافہ کرنے کی کوشش بھی نہ کرے گی جس کی جیتی جاگتی مثال ہم کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کے موقع پر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ اس زمانے میں ہم لوگوں کے پاس دشمن سے مقابلے کا کوئی نمونہ موجود نہ تھا اور مقابلے کا جو طریقہ سامنے آتا تھا اسے یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا تھا کہ اسے قبولیت حاصل نہیں ہے۔ لیکن اب تو ہم لوگوں کے سامنے ایک کامیاب نمونہ موجود ہے کہ پہلی بار اسرائیل کو کسی قسم کی کوئی چھوٹ دیئے بغیر مسلمان مجاہدین اپنے مقبوضہ اسلامی علاقوں کو آزاد کرانے میں کامیاب ہو گئے اور غاصب اسرائیلی حکومت کے ارمانات کی تکمیل کے بجائے لبنانی مسلمان مجاہدین کے دار الحکومت میں اسلامی پرچم لہرانے میں پوری طرح کامیاب ہو گئے۔ معاہدہ کیمپ ڈیوڈ میں اسرائیلی فوج کی عقب نشینی کی بنیادی شرط یہ تھی کہ مصر اپنی فوجوں کو سینا کے شمالی علاقے کی طرف نہ روانہ کرے گا لیکن جنوبی لبنان میں یہ اسرائیل ہے جو اسلامی مجاہدین سے بڑے التماس کے ساتھ یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ لبنانی فوج کو فلسطین اور لبنان کی سرحدوں کی طرف روانہ کر دے یعنی لبنان کے اسلامی مجاہدوں نے اقتدار و حکومت کو جنوبی لبنان اور دیگر مقبوضہ

علاقوں کے ہاتھوں میں پھر سے پہونچادیا۔

یہ تنظیم انتفاضہ در حقیقت ایک عوامی انقلاب ہے جن سے وابستہ لوگ ہر طرح کی صلح و سمجھوتے والی راہ وروش سے پوری طرح ناامید ہو چکے ہیں۔ یہ لوگ اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ کامیابی تو بس ان لوگوں کی ذاتی اور عملی جدو جہد کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکے گی۔ فلسطینی عوام کو اپنے سابقہ انتفاضہ کے دوران غیر معمولی نقصان اٹھانا پڑا تھا اور ان لوگوں نے راہ اسلام اور ملت اسلامیہ سے وابستہ سرزمین کی آزادی کی راہ میں عظیم جانی اور مالی قربانیاں پیش کی ہیں لیکن آخر کار "مذاکرۂ اسلو" کی کہ وجہ سے ان لوگوں کو اپنی اپنی انقلابی سرگرمیوں کو روکنا پڑا۔ اسلو کا کیا نتیجہ نکلا؟ آج اس مذاکرۂ اسلو کی طرفداری کرنے والے فلسطینی مسلمان بھی اس پروگرام کی حمایت کے لئے آمادہ نہیں ہیں کیونکہ بعد میں انہیں اس حقیقت کا اندازہ ہو گیا کہ اس پروگرام کے ذریعہ اسرائیل اپنی پریشانی دور کرنا چاہتا تھا۔ اور اسرائیلی فوج میں اتنی طاقت باقی نہ رہ گئی تھی کہ وہ ہاتھ میں پتھر لئے ہوئے فلسطین مجاہدوں کا مقابلہ کر سکے۔ اسرائیل کو اس اسلامی جدو جہد کے دوران بھاری نقصانات اٹھانے پڑے تھے لہٰذا وہ اس قسم کے مصالحتی ہتھکنڈوں کے ذریعہ اپنے خسارہ کی مقدار کم کرنا چاہتا تھا۔ اس مذاکرہ کے نتیجے میں فلسطینی مجاہدوں کو کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں دی گئی اور اگر معمولی سی چھوٹ یا رعایت دی بھی گئی تو اس کا مقصد در حقیقت انتفاضہ کی آگ کو ٹھنڈا کرنا اور اپنے جانی و مالی نقصانات کو کم کرنا تھا۔ اپنی پریشانیوں کو دور کرنے کے چکر میں اسرائیل نے یہ غلط اندازہ کر لیا تھا کہ اب فلسطینی مجاہدوں میں انتفاضہ سرگرمیوں کو جاری رکھنے کی طاقت نہیں رہ گئی ہے لہٰذا انہیں معمولی سی رعایت دیکر جنگ کی آگ کو وقتی طور پر ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے۔ ان خیالات کے ذریعہ

اسرائیل بلاوجہ ڈینگ مار رہا ہے ورنہ ایسا کچھ نہیں تھا۔ بہر حال "مذاکرۂ اسلو" نے فلسطینی عوام پر بالکل واضح کر دیا کہ صلح و مصالحت وغیرہ محض ایک دھوکا ہے اور قیام و انقلاب کے علاوہ ان کی نجات کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

انتفاضہ کا اصلی محور و مرکز مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس ہے۔ یہ وہ چنگاری ہے جس نے فلسطینی عوام کے جذبات کو آگ کے شعلوں میں تبدیلی کر دیا۔ صہیونیوں نے مسجد الاقصیٰ کو اپنے محاصرہ میں لے رکھا تھا اور اس کے احترام کیلئے زبردست خطرہ لاحق ہو چکا تھا اور مسلمانوں کے ایک مقدس ترین مکان کی حفاظت کی ذمہ داری فلسطینی عوام کے کندھوں پر تھی لہٰذا وہ میدان عمل میں کود پڑے اور اپنی قربانی و فداکاری کے ذریعہ ظالم و غاصب صہیونی جلادوں کے خلاف مسلسل جدوجہد و نبرد آزمائی کی آگ بھڑکا دی۔

مصالحت و سمجھوتے کی راہ و روش بلکہ واضح لفظوں میں "منصوبۂ اسلو" درحقیقت فلسطینی مسلمانوں کے درمیان تفرقہ واختلاف کا سبب بن گیا لیکن یہ "مقدس انتفاضہ" کا کرشمہ تھا کہ اس نے فلسطینی عوام کے درمیان دوبارہ قومی اتحاد قائم کر دیا اور آج فلسطینیوں کی مقدس اسلامی جدوجہد اور انقلابی سرگرمیوں میں ہر طبقے کے لوگ عملی طور پر شریک ہیں اور اسلامی و ملی واقعات میں ایک دوسرے کا ساتھ دے رہے ہیں یہاں تک کہ ان میں وہ افراد بھی شامل ہیں جن کا دل تو دوسری جگہ گروی ہے لیکن موجودہ انقلابی اور مجاہدانہ سرگرمیوں میں شریک ہیں۔

اسلامی جدوجہد یا دوسری عبارت میں "اسلامی بیداری کی تحریک" درحقیقت انقلاب اسلامی ایران کی عظیم الشان کامیابی کے بعد اور تقریباً ایک دہائی تک امام خمینیؒ کی عملی اور باشعور قیادت کے سایہ میں صرف علاقائی سطح پر رونما نہیں ہوئی ہے بلکہ پوری

اسلامی دنیا میں اس کی موجودگی ظاہر ہو چکی ہے اور آج اس تحریک کا محور و مرکز مسئلہ فلسطین ہے۔ ''انتفاضہ مسجد الاقصیٰ'' فلسطین کی جغرافیائی سرحدوں کے باہر کے لوگوں اور فلسطینی قوم کے علاوہ دیگر عرب اور مسلمان قوموں کو بھی میدان عمل میں لاکر کھڑا کر دیا۔ مغرب سے مشرق تک پوری دنیائے اسلام میں فلسطین اور بیت المقدس کی حمایت میں منعقد لاکھوں افراد پر مشتمل مظاہروں نے یہ واضح کر دیا کہ فلسطینی عوام ان کی حمایت پر بھروسہ کر سکتے ہیں اور یہ مظلوم عوام پوری اسلامی دنیا کو وحدت و اتحاد سے مالا مال کرنے میں نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں۔

جس دن لبنان میں لبنانی مجاہدوں کی شجاعت اور امام خمینیؒ کی حمایت کے ساتھ ''اسلامی مورچہ'' کی تشکیل عمل میں آئی تھی اس وقت لبنان کا دار الحکومت بیروت اسرائیلی غاصبوں کے قبضے میں تھا اور اس ملک کا سیاسی مقدر اسرائیلی جلادوں کے چنگل میں تھا۔ جب اسلامی مورچہ میں شامل لبنانی جانبازوں نے '' زحفاز حفا نحو القدس '' کا نعرہ بلند کیا تو بعض ناواقف افراد نے انہیں سادہ لوح کہکر نظر انداز کر دیا اور طعنہ آمیز انداز میں ان لوگوں سے دریافت کرنے لگے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ تم لبنانی لوگ جو اپنے ملک کے دار الحکومت میں تو داخل نہیں ہو سکتے، بیت المقدس پہونچ کر اسے آزاد کروالو؟ اس تاریخ سے حساب لگایا جائے تو اسرائیل پر لبنانی اسلامی مورچہ کی کامیابی میں ۱۸ سال کا وقت لگ گیا۔ اب آپ خود ہی تصدیق فرمایئے کہ اقوام کی جدو جہد کی تاریخ میں ۱۸ سال کی مدت زیادہ نہیں ہوا کرتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انقلابی جدو جہد افسوسناک نقصانات کی حامل ہوا کرتی ہے۔ لوگ قتل ہوتے ہیں، گھر ویران کرنے والے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو بھاری اقتصادی

بوجھ اٹھانا پڑتا ہے اور اس قسم کے مختلف النوع مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور ان میں بعض ایسے مصائب و آلام ہوا کرتے ہیں جن کا غم ہمارے دلوں سے کبھی نہ مٹے گا۔ لیکن ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ان عظیم قربانیوں کا نتیجہ کیا ہوا؟ درحقیقت اس جدوجہد کے نتیجے میں گرانقدر کامیابی حاصل ہوئی ہے اور اس کامیابی کی قیمت بہر حال ادا کرنی ہے۔

کل تک اسرائیل اس علاقے میں لمبی لمبی ڈینگیں مارا کرتا تھا اور ایک تاناشاہ کی طرح عرب قوموں پر اپنا حکم چلایا کرتا تھا لیکن آج اس نے نہایت ناتوانی اور افسردگی کی حالت میں اسلامی مورچہ کی جدوجہد کے سامنے گھٹنے ٹیک دئے ہیں۔ یہ عرب اور مسلمان قوموں کی طاقت کی ہلکی سی جھلک ہے اور یقین جانئے کہ اگر ملت اسلامیہ عالم اپنے جملہ وسائل و امکانات کا قدرے بیشتر حصہ اس راہ میں لگا دے تو ہم لوگ اسرائیل کی نابودی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ جنوبی لبنان کے علاقے چند ہزار افراد پر مشتمل سپاہیان اسلام کے مقابلے میں اسرائیل کو شرمناک شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ درست ہے کہ حزب اللہ گہری اور عوامی وسعت کی حامل ہے اور بوقت ضرورت اس نے لاکھوں افراد کا لشکر فوری طور پر آمادہ کر دیا ہے لیکن جن لوگوں نے لگاتار اسرائیلی جارحیت کے خلاف نبرد آزمائی کی ہے ان کی تعداد چند ہزار افراد اور کبھی کبھی تو چند صد افراد تک ہی محدود رہی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جدید ترین مہلک اسلحوں اور فوجی تکنیکی صلاحیتوں سے مالامال اسرائیلی فوج جس کا امریکی اسلحہ ساز فیکٹریوں سے براہ راست تعلق ہے، معمولی اسلحوں سے مسلح چند صد باالایمان مسلمان فوجیوں کے مقابلے میں شکست کھا گئی۔ البتہ مسلمان سپاہیوں کے پاس ایمان کا اسلحہ تھا جس کا مقابلہ کرنا اسرائیل کے بس کی بات نہیں تھی۔

پس دشمن کے خلاف جدو جہد و نبرد آزمائی کا نمونہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے یعنی جدو جہد اور نبرد آزمائی کے ذریعہ اور جانی ومالی نقصانات کا بوجھ اٹھاتے ہوئے کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔اس کے ساتھ ہی ساتھ شکست وناکامی کا نمونہ بھی ہماری نظروں کے سامنے ہے اور مصالحت آمیز راہ وروش سے دل لگانادر حقیقت صلح کا کٹورا لیکر ادھر ادھر بھیک مانگنا ہے جس کا نتیجہ ذلت ورسوائی اور یکطرفہ اسرائیلی مطالبات کی تکمیل ہے اور ہم لوگ یہ تمام چیزیں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔

آج حزب اللہ اور اس کی تاریخی کامیابی فلسطینی عوام کے انتفاضہ کے لئے پشتوانہ ہے اور یہ پشتوانہ بہت مضبوط ہے۔

در حقیقت صہیونی حکومت میں اب اتنی طاقت باقی نہیں رہ گئی ہے کہ وہ فلسطینی مجاہدوں کے خلاف لگاتار اور طویل المدت جنگ جاری رکھ سکے۔ حکومت اسرائیل یہودیوں کو دھوکا دیکر فلسطین لائی ہے اور اس کو یہ امید ہے کہ عرب لوگ اسرائیلی حملہ آوروں کے خلاف جنگ ونبرد آزمائی نہ کریں گے اور اگر ان لوگوں نے جنگ کا فیصلہ بھی کرلیا تو مغرب کے دباؤ کی وجہ سے جنگ کی کارروائی لمبی مدت کے لئے روک دی جائے گی۔ پس جو لوگ اسرائیلی مکروفریب کی وجہ سے فلسطین آبھی گئے ہیں وہ اس بات کے لئے ہرگز آمادہ نہیں ہیں کہ وہ صہیونیت کے ٹھیکیداروں کے سیاسی مقاصد کے لئے اپنی جان نچھاور کردیں۔ موصولہ اطلاعات کے بموجب اس مدت کے دوران صہیونیوں کا سیاسی پروگرام غیر معمولی طور پر متاثر ہوا ہے اور سیاحتی اداروں کو زبردست مالی نقصانات جھیلنے پڑے ہیں اور پانسہ اس حد تک پلٹ چکا ہے کہ جن یہودیوں کو یہاں لاکر آباد کیا گیا تھا وہ دوبارہ مہاجرت کے لئے مجبور ہوگئے ہیں۔

اس سلسلے میں تہران میں منعقد ہونے والی گذشتہ کانفرنس نے بنیادی و مثبت کام انجام دیا ہے کیونکہ اس اجتماع نے ان لوگوں میں امید کی شمع روشن کردی جو مصالحانہ اور مفاہمت آمیز راہ وروش کے مخالف تھے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس نے فلسطینی عوام میں امید کی نئی روح پھونک دی اور ان کے حوصلوں میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔ اسلامی جمہوریہ ایران نے اس سلسلے میں جو موقف اختیار کئے تھے وہ اس زمانے کی اسلامی حکومتوں کے مابین انفرادی نوعیت کے حامل تھے لیکن ان مواقف پر ایران کی ثابت قدمی نے بھی فلسطینی عوام کے حوصلے بلند کردئے۔ آج پھر فلسطینی عوام کو تمام چیزوں سے کہیں زیادہ دنیائے اسلام کی معنوی حمایت درکار ہے کیونکہ یہ لوگ اسلامی موقف پر ثابت قدمی کے خواہاں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہیں مالی امداد کی بھی ضرورت ہے اور اس سلسلے میں بھی فوری اور سنجیدہ اقدام کی ضرورت ہے لیکن وہ لوگ مختلف ملاقاتوں کے درمیان اس بات کا بڑی وضاحت کے ساتھ اعلان کرچکے ہیں کہ "ہم لوگوں کو دوسری چیزوں سے کہیں زیادہ مستحکم عرب۔اسلامی موقف کی ضرورت ہے۔"

آپ لوگوں کی موجودہ کانفرنس کو چاہئے کہ وہ اس سلسلے میں کوئی عملی قدم اٹھائے تاکہ ملت اسلامیہ عالم کی ہر ممکن اور غیر معمولی حمایتوں کے ذریعہ فلسطینی عوام کی خوشحالی کا سامان فراہم ہو جائے۔ مختلف اسلامی ممالک کے آپ سبھی نمائندے اس سلسلے میں لازمی کوشش اور اپنی ملت کے وسائل کو نگاہ میں رکھتے ہوئے انہیں آزادی فلسطین کی راہ میں میں بروئے کالا سکتے ہیں۔

فلسطین کی مظلوم قوم اور ان کے مظلومانہ وشجاعانہ انقلاب کی بھر پور حمایت ہم سبھی مسلمانوں کا اسلامی فریضہ ہے۔ آج ایک مسلمان قوم خون آلود چہرہ کے ساتھ میدان جنگ سے ملت اسلامیہ عالم کی طرف امید بھری نگاہوں سے دیکھ رہی ہے اور انہیں اپنی مدد کے لئے پکار رہی ہے۔ میں اخباری نمائندہ کے کیمرہ کے سامنے بلکتی ہوئی اس فلسطین خاتون کی آواز کو کبھی نہیں بھول سکتا جو درد آمیز لہجے میں یہ نعرہ لگا رہی تھی۔ "یا لِلمسلمین .."

تمام عربوں اور مسلمانوں کو جائز اور حق وانصاف پر مبنی فلسطینی عوام کی جدو جہد کی حمایت کرنی چاہئے اور عالمی اداروں و بین الاقوامی تنظیموں میں اس بات پر تاکید کرنی چاہئے کہ وہ بے دفاع عوام جن کے بنیادی حقوق سلب کر لئے گئے ہوں اور ظالمانہ گھٹن کے ماحول میں سانس لے رہے ہوں، انہیں اپنے حق کو حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن جدو جہد کا پورا حق حاصل ہے پس انتفاضہ کی لگاتار کارروائی اور فلسطینی عوام کی منصفانہ جدو جہد ان لوگوں کا جائز حق ہے اور بین الاقوامی قوانین نے بھی اس حق کو جائز اور محترم شمار کیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ عام طور پر ان قوانین کی تفسیریں بیان کرتے وقت دنیا کی عظیم اور سامراجی طاقتوں کے مطالبات کو نگاہ میں رکھا جاتا ہے۔

حضرات! مطمئن رہیے کہ اسرائیلی حکومت اندر سے بالکل سڑ چکی ہے اور موجودہ صہیونی نسل کسی قیمت پر بھی اسکی حفاظت کے لئے کوئی قربانی دینے کے لئے قطعی آمادہ

نہیں ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ آج کی عرب اور مسلمان قومیں، گذشتہ پچاس برسوں کے مقابلے میں، زیادہ مستحکم و طاقتور ہیں اور مختلف شعبوں میں ان کی طاقت میں بڑا اضافہ ہوا ہے۔

مسلمان ان روزانہ فلسطینی قوم کی سرکوبی کو خاموش تماشائی کی طرح نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ اسرائیل کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ ملت اسلامیہ فلسطین کی لگاتار سرکوبی اور فلسطینی نشین علاقوں کی پامالی و نابودی کے خلاف اسے عربوں اور مسلمانوں کے شدید، فوری اور عملی رد عمل کا سامنا کرنا پڑے گا۔

فلسطینی عوام کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہئے کہ وہ اپنی دلیرانہ جدوجہد کو جاری رکھیں۔ انہیں اس حقیقت کا بخوبی اندازہ ہے کہ لبنان میں اسرائیل کی سرکوب گرانہ راہ وروش کی روک تھام میں جو چیز سب سے زیادہ موثر اور کا آمد ثابت ہوئی تھی وہ لبنانی عوام کی بھرپور اور مستحکم اسلامی جدوجہد تھی جس کے دوران ان لوگوں نے اسرائیل کو بھاری نقصانات سے دوچار کر دیا تھا اور اس میں کسی مفاہمت آمیز یا بیچ بچاؤ والی راہ ورش کا قطعی کوئی اثر نہیں تھا بلکہ اسلامی جدوجہد سے وابستہ سرفروش مجاہدوں نے اپنی جان ہتھیلی پر لیکر اسرائیلی حملہ آوروں پر ایسا دھاوا بول دیا کہ ان کے پاس فرار کے علاوہ کوئی دوسرا چارۂ کار نہ رہ گیا۔

فلسطینی عوام کے درمیان موجود اندرونی وحدت اور دیگر فلسطینی حوادث کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ہر وہ چیز جو حقیقی راہ وروش سے انحراف کا باعث ہو یا حقیقی دشمن کی طرف سے منحرف بناتی ہو وہ کسی اعتبار سے فلسطینی مقاصد کی تکمیل میں معاون نہ ہوگی۔ خدا کا شکر ہے کہ گذشتہ پچاس برسوں کے دوران فلسطینی عوام اس امتحان میں

پوری طرح کامیاب رہے ہیں اور ساری دنیا پر واضح کر دیا ہے کہ وہ اس سلسلے میں راسخ عقیدہ کے حامل ہیں۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ اسرائیل درحقیقت فلسطینی مجاہدین کے درمیان اختلافات کو ہوا دینے میں پوری طرح ناکام رہا ہے اور فلسطینی مجاہدین کی انقلابی تحریکیں نظریاتی اختلافات کے باوجود اپنے انقلابی صبر کے ذریعہ دشمن کا مقابلہ کرتی رہیں اور دشمن کی خواہش پوری نہیں ہونے دی۔ اب اس کے بعد بھی ایسا ہی ہونا چاہئے۔

آج یہ بات پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ جو لوگ یہ خیال کیا کرتے تھے کہ مسئلہ فلسطین ایک علاقائی معاملہ ہے اور اس کا دائرہ دنیائے اسلام کے ایک مختصر علاقے تک ہی محدود ہے، وہ محض خام خیالی کا شکار تھے کیونکہ صہیونی اسلحہ خانوں میں محفوظ مہلک، تباہ کن اور اجتماعی قتل عام والے اسلحوں کی غیر معمولی مقدار فقط خالی ہاتھ فلسطینی مجاہدوں سے مقابلے کے لئے نہیں جمع کئے گئے بلکہ ایٹمی اور انسانیت کش اسلحوں کی جمع آوری کا مقصد دنیائے اسلام بالخصوص مشرق وسطٰی پر اسرائیل کا غلبہ و دبدبہ قائم کرنا ہے۔ ادھر حزب اللہ گروہ مقبوضہ اسلامی علاقوں کی آزادی کی کوشش میں لگا ہوا ہے اور دوسری طرف اس کی تلافی کی خاطر اسرائیل شامی فوج پر مسلسل حملہ آور ہے۔ ان چیزوں سے اسرائیل اور اس کے مغربی طرفداروں کی شیطانی نیت کا پتہ چلتا ہے۔ غاصب اسرائیلی حکومت کے خلاف جدو جہد کے لئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کرنا چاہئے۔

الف: غاصب حکومت کو مقبوضہ سرزمین کی سرحدوں کے اندر ہی محدود کر دینا چاہئے۔ اس کے اردگرد اقتصادی اور سیاسی ماحول کا دائرہ اتنا تنگ کر دینا چاہئے کہ وہ آسانی سے سانس نہ لے سکے اور اردگرد کے ماحول سے اس کا کوئی رابطہ باقی نہ رہ جائے۔

ب: سرزمین فلسطین میں فلسطینی عوام کی جدوجہد کو جاری رکھنے کی بھرپور

کوشش کرنی چاہئے اور انہیں جن چیزوں کی ضرورت ہو اسے فراہم کرنے میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کرنی چاہئے تاکہ وہ اسرائیلی جارحیت کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے مکمل اور آخری کامیابی حاصل کر لیں۔

برادران و خواہران! آج عالمی سامراج اور اس کا سرغنہ امریکہ اسلامی جمہوریہ ایران پر ہر طرح کا دباؤ ڈال رہا ہے اور اس کا واحد سبب فلسطین کو حاصل ہماری بھرپور حمایت و پشت پناہی ہے۔ امریکی حکمراں نہایت واضح انداز میں اس حقیقت کی نشاندہی کر چکے ہیں کہ امریکہ اور اسلامی جمہوریۂ ایران کے درمیان بنیادی جھگڑا ہی یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ ایران فلسطین کے سلسلے میں ذلت آمیز معاہدوں اور منصوبوں کی مخالفت کرتا ہے ورنہ ایران میں انسانی حقوق کی پامالی اور مہلک اسلحوں کی فراوانی وغیرہ تو محض سطحی نوعیت کے حامل ہیں۔ ان کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے بلکہ یہ تو محض بہانہ ہیں۔ اگر ایران لبنانی اور فلسطینی مجاہدوں کی حمایت سے کنارہ کشی اور علیحدگی اختیار کرے تو امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک ایران کے خلاف اپنی معاندانہ راہ روش سے دستبردار ہو جائیں گے! البتہ ہم لوگوں کو اس حقیقت کا بخوبی علم ہے کہ ان لوگوں کی بنیادی اور اصلی شکل اسلام اور اسلامی حکومت ہے اور وہ لوگ ایران کی اسلامی جمہوری حکومت کی سیاسی راہ وروش سے بخوبی آشنا ہیں اور ہم ان کی ہر سازشانہ تجویز کی تردید بھی کر چکے ہیں۔ درحقیقت فلسطین اور لبنان کے مظلوم عوام کی حمایت ہمارا اسلامی فریضہ ہے لہٰذا وہ لوگ چاروں طرف سے دباؤ ڈالنے کے بعد بھی ملت اسلامیہ ایران کی مختلف انقلابی جماعتوں کے درمیان اختلاف ڈالنے میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ ان لوگوں کی اصلی سیاست متحد ایرانی عوام کو اختلافات کا شکار بنانا ہے اسی وجہ سے ان لوگوں نے ایک جماعت کو اصلاح پسند اور دوسری جماعت کو

محافظہ کار اور بنیاد پرست کا نام دیدیا ہے اور ان میں سے ایک گروہ کی حمایت کرتے ہیں اور دوسری جماعت کے خلاف تبلیغاتی حملہ کر رہے ہیں۔

یہ لوگ بعض چھوٹے اور سطحی مسائل کو بہت بڑا بنا کر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اسلامی نظام حکومت کو ناکام و ناکارہ ثابت کر سکیں اور لوگ مذہبی نظام سے مایوس اور ناامید ہو جائیں اور وہ لوگ مذہب اور سیاست کے درمیان جدائی و علیحدگی کا بھرپور پروپگنڈہ کر سکیں لیکن مذہب اور مذہبی اقدار میں ہمارے عوام کا گہرا اعتقاد وایمان ان لوگوں کے اسلام دشمن منصوبوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یہ لوگ اپنے پروپگنڈوں کے ذریعہ ملک کے نوجوانوں کو مایوس کر دینا چاہتے ہیں اور اقتصادی پریشانی جو اس وقت کم و بیش ساری دنیا میں رائج ہے فقط اسلامی جمہوریہ ایران کا ناقابل حل مسئلہ بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ یہ لوگ اپنے پروپگنڈوں کے ذریعہ امام خمینیؒ اور دیگر اراکین ور ہنمایان انقلاب پر سوالیہ نشان لگانے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اسلام سے چوٹ کھائی ہے اور اسلامی انقلاب کے ذریعہ زبردست نقصان اٹھایا ہے۔ انہیں پوری دنیا میں موجود اسلامی بیداری سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے اور سردست لبنان اور فلسطین میں اسلامی جدو جہد کے احیاء اور غیر معمولی فروغ سے یہ لوگ واقعاً بہت پریشان ہیں اور انہوں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ اسلامی فکر کی جڑ کاٹ دیں تاکہ اسلامیہ بیداری کا تناور درخت خشک ہو جائے۔ ان لوگوں نے اسلام اور مذہب کو اپنے زہر آلود تبلیغاتی تیروں کا نشانہ بنا رکھا ہے اور جیسے جیسے لبنان اور فلسطین کی اسلامی جدو جہد کا دامن وسیع ہو رہا ہے اسلامی جمہوریۂ ایران کے خلاف امریکی اور اسرائیلی تعصّبات میں بالکل اسی رفتار سے اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور وہ لوگ بوکھلاہٹ کے عالم میں ہمارے خلاف

وسیع سازشوں کا جال پھیلاتے چلے جارہے ہیں لیکن انہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ:
ان لوگوں کے پروپگنڈوں کے برخلاف ہمارے ملک کے ذمہ دار حاکموں اور سرکردہ لوگوں کے درمیان غیر معمولی وحدت واتحاد قائم ہے اور ملت اسلامیہ ایران اسلامی اور انقلابی مقاصد وارمانات کی بھرپور حمایت کرتی ہے اور فلسطین، وانتفاضہ کی حمایت اور صہیونیت واس کے طرفداروں کے خلاف بھرپور جدوجہد اسلامی جمہوریہ ایران کی سیاست کا اہم بنیادی رکن ہے۔ ہمارا عقیدہ وایمان ہے کہ ملت اسلامیہ فلسطین کی مسلسل جدوجہد اور دنیای اسلام کی حمایت کے سایہ میں فلسطین آزاد ہو جائے گا اور بیت المقدس ومسجد الاقصیٰ دنیائے اسلام کی آغوش میں واپس آجائے گا۔ انشاء الله والله غالب علی امرہ...

والسّلام علیکم ورحمة الله برکاته

خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران

میں

جدید فارسی مراسلاتی کورس کا اہتمام

☆☆☆

داخلہ فارم اور مزید اطلاعات کے لئے راہ اسلام کا

گذشتہ شمارہ ۱۸۰ ملاحظہ کیجئے۔